ایشیائے وسطی پر ایک بین الاقوامی کانفرنس

کراچی یونیورسٹی میں "ادارہ برائے مطالعات ایشیائے وسطی اور مغربی ایشیا" (Institute of Central And West Asian Studies) نے نومبر ۱۹۹۳ء میں (۲۷-۳۰) ایک عالمی کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ جس میں سنٹرل ایشیا کے اہل علم بھی شریک ہوئے۔ یہ انعقاد ایسے وقت میں عمل میں آیا ہے، جب مسلم دنیا اپنے تشخص کی تلاش میں ہے اور سیاسی میدان میں پے بہ پے ناکامیوں کے بعد خود احتسابی کے صحت مند رجحانات کو اپنا رہی ہے۔ ایشیائے وسطی سے پرانے رشتوں کی تجدید اور کانفرنس کا انعقاد انہی رجحانات کا ایک مظاہرہ ہے۔

ایشیائے وسطی جو ہمارے کلاسیکی ادب میں خراسان اور ماوراء النھر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، صدیوں تک اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔یہی وہ خطہ ہے، جس کے نامور فرزندوں نے ادب، تصوف، فلسفہ، تفسیر، حدیث، فقہ اورعلم کلام میں اپنے انمٹ نقش چھوڑے ہیں۔ امام بخاری، امام ماتریدی، ابن سینا، البیرونی، جلال الدین رومی، ابو زید بلخی، ابوالقاسم کعبی، شفیق بلخی اور اس پایہ کے دوسرے اہل نظر، عجم کے انہی لالہ زاروں سے اٹھے ہیں، جنہوں نے اپنے تخلیقی فکر اور عارفانہ بصیرت سے مسلم ثقافت کو معنویت عطا کی ہے۔ فرغانہ، سمرقند، بخارا، ترمذ، شاش اور دوسرے تاریخی شہر ہماری ادبی، مذہبی اور فکری تاریخ کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔

پاکستان اور ایشیائے وسطی کے باہمی تعلقات کی تاریخ، قرون وسطی سے نہیں

، بلکہ وادی سندھ میں موہنجو دارو تہذیب سے شروع ہوئی ہے۔ اسی عہد میں شکار پور (سندھ) اور اس خطے کے درمیان تجارتی تعلقات استوار تھے۔ القصہ پاکستان اور ایشیائے وسطی کے باہمی تعلقات کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ صدیوں بعد، جب دونوں نے اسلام کو قبول کیا، تو دونوں کی ثقافت ایک دوسرے سے بہت قریب آ گئی، موخر الذکر (ایشیائے وسطی) کی ثقافت نے پاکستانی ثقافت کو نئی نئی جہتوں سے آشنا کیا۔ لیکن جب دونوں خطوں پر زوال آیا۔ تو یہ تعلقات بھی سرد مہری کا شکار ہو گئے۔ خاص طور پر جب ایشیائے وسطی اس صدی کی دوسری دہائی میں ماسکو میں ایک نئی ابھرنے والی فکری اور سیاسی طاقت کمیونزم سے وابستہ ہو گیا، اس سے قبل مغل ہندوستان برطانوی اقتدار سے۔ برصغیر کے مسلمانوں کو اس بات کا شدت سے قلق تھا کہ صدیوں پرانے تعلقات ماضی کا افسانہ بن کر رہ گئے ہیں، لیکن جونہی پاکستان وجود میں آیا اور برصغیر کو برطانوی راج سے نجات ملی، پاکستان کی دانش گاہوں نے ایشیائے وسطی سے اپنے پرانے رشتوں کی تجدید کے لیے سوچا، ۱۹۶۷ء میں شیخ حسام الدین راشدی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ممتاز حسن، پروفیسر ریاض الاسلام اور دوسرے اہل علم نے موجودہ ادارے (برائے ایشیائے وسطی) کو قائم کیا ۔ ادارے نے وسائل کی کمی کے باوجود اپنا تحقیقی کام جاری رکھا اور گذشتہ پچیس سال میں اس نے سنجیدہ اور تحقیقی کام شائع کیا۔ مثلاً ادارہ نے مغل حکمران جہانگیر کا تذکرہ الشعرا، دیوان بیرم خان، جہانگیر سے مطربی سمرقندی کی ملاقاتیں: خاطرات مطربی پہلی بار شائع ہوئیں۔ اس قسم کی کلاسیکی کتابوں کی طباعت سے ادارہ نے نہ صرف ملک میں بلکہ غیر ملکی علمی حلقوں میں بھی اپنا نام پیدا کیا۔ ادارے نے اپنی سلور جوبلی پر ایشیائے وسطیٰ پر عالمی کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ جس میں ایشیائے وسطی کے علمی وفد سویت یونین کے نہیں، بلکہ ایشیائے وسطی کے نمائندوں کی حیثیت سے شریک ہوئے ہیں۔ یہ خطہ تقریباً ستر سال تک ماسکو کے یک جماعتی سیاسی نظام سے وابستہ رہا، جس کی وجہ سے

اسے ریاست کے جبر و استبداد سے واسطہ پڑا۔ جو یک جماعتی نظام کا قدرتی نتیجہ ہے۔ البتہ اس بات سے مجال انکار نہیں کہ کمیونسٹ ریاست کے غیر معمولی نظم و ضبط کی وجہ سے اس خطے نے تعلیم اور سائنس میں بڑی ترقی کی، ایسے ہی اسے برطانوی ہند کے، 'سیکولر جمہوری' سے جو بدترین قسم کے جاگیر دارانہ اور سامراجی نظام کا نمائندہ تھا، بھی واسطہ نہیں پڑا۔ کمیونسٹ پارٹی نے اپنے سیاسی مفاد کے لیے اس خطہ کو لسانی اور نسلی بنیادوں پر تقسیم کر دیا اور مختلف قومیتوں کی "ریاستیں" قائم کیں، جن میں مذہبی جماعت کی حیثیت سے مسلمان اکثریت میں تھے۔ ہر چند سویت یونین میں دستوری طور پر مذہبی آزادی حاصل تھی۔ لیکن عملاً مذہب کے بارے میں ریاست کا رویہ معاندانہ تھا۔ جس کی وجہ سے ایشیائے وسطی کو اپنے روحانی ورثے کے بچاؤ کے لیے حالات کے مطابق کام کرنا پڑا، اس سلسلہ میں تصوف نے، خاص طور پر نقش بندیہ سلسلہ نے تدبر، دور اندیشی سے کام لیا حتی کہ کمیونسٹ پارٹی کے حلقوں کو متاثر کیا۔ مغرب کے بعض سیاسی حلقوں کا خیال ہے کہ اگر دسمبر ۱۹۹۱ء میں سویت یونین کا جنازہ "فریب خوردہ شاہین" گورباچوف کے ہاتھوں نہ اٹھایا جاتا، تو ماسکو پر ایشیائے وسطی کی سیاسی قیادت کا اثر بہت بڑھ جاتا اور یہ امر آگے چل کر لندن اور پیرس کے لیے شاید قابل قبول نہ ہوتا۔ بہرنوع جب ماسکو میں کمیونسٹ پارٹی اقتدار سے محروم ہوئی تو ایشیائے وسطی کی ریاستوں نے مکمل آزادی کا اعلان کر دیا۔ جس پر اہل پاکستان کو انتہائی مسرت ہوئی۔ اور ہر طرف پاکستان میں مسلم وحدت کے نغمے گونجنے لگے۔ لیکن یہ وحدت کیوں کر معرض وجود میں آئے؟ اس کے لیے کونسی راہ اختیار کی جائے؟ پاکستان کے سنجیدہ علمی حلقوں کا کہنا ہے کہ دونوں خطوں کے لوگوں کو ایک دوسرے کے حالیہ اقتصادی اور اجتماعی نظام سے باخبر ہونا ازبس ضروری ہے۔ ایسے ہی ان ستر سالوں نے ان علاقوں میں جو طرز فکر، طرز عمل اور معاشرت پیدا کی ہے۔ اس سے آگاہی لازمی ہے۔ چنانچہ اس منزل تک

پہنچنے کے لیے ایک لمبی راہ پر چلنا ہوگا۔ اور یہ سفر ایک مربوط اور ٹھوس پروگرام ہی سے طے کیا جاسکتا ہے۔ جذباتی تقریریں، جوشیلے نعرے اور مبہم تصورات اس راہ کے کانٹے ہیں، جن سے دامن بچانا ناگزیر ہے۔

حالیہ کانفرنس کے ارباب حل و عقد اور خاص طور پر ادارہ کے سربراہ اور کانفرنس کے داعی پروفیسر ڈاکٹر ریاض الاسلام اس امر سے بخوبی آگاہ تھے، اس لیے انہوں نے مقدور بھر اپنے ادارے اور کانفرنس کو جذبات کی نذر ہونے نہیں دیا۔ اور اگر کانفرنس میں دو ایک آدمیوں نے اس پرانی روش کو اختیار کیا، تو انہیں سننے والوں نے پسند نہیں کیا۔

کانفرنس میں پاکستان اور ایشیائے وسطی کے تعلقات۔ ای۔ سی۔ او (E.C.O) قوموں کے سماجی، معاشی اور ثقافتی اداروں کا تقابلی مطالعہ، نئے ایشیائے وسطی میں بھارت کا کردار، اور پاکستان، ازبکستان کا سیاسی نظام، ادارے اور مسائل، ایشیائے وسطی کو اپنے زیر اثر لانے کے لیے روس کی پالیسی، موجودہ وقت میں سنٹرل ایشیا میں مذہبی حالات، ۱۹۸۵ء کے بعد سے تاجکستان میں سیاسی ارتقاء اور اسلام، متحدہ ترکستان کے قیام کے امکانات، ان عنوانات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کانفرنس نے کس دقت نظر سے مضامین کا انتخاب کیا ہے۔

کانفرنس کے اختتامی اجلاس کو پاکستان کے سابق وزیر خارجہ جناب آغا شاہی نے خطاب کیا، یہ تقریر اپنی سنجیدگی، اصابت فکر، خیالات کی صفائی اور معروضی نقطہ نظر کی وجہ سے بہت پسند کی گئی، آغا شاہی صاحب نے بتایا کہ سنٹرل ایشیا سے تعلقات کو بڑھانے کے لیے پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔ اور ہمیں سب سے پہلے اقتصادی تعاون کے لیے کام کرنا ہوگا اور یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ روس، سنٹرل ایشیا کو بدستور اپنے حلقہ اثر میں دیکھنا چاہتا ہے، تاجکستان میں تاجک افغان سرحد پر روس کے تیس ہزار فوجی موجود ہیں، ایسے ہی جورجیا میں ریاست کے خلاف بغاوت کی آگ کو

بھڑ کانے میں روس کا ہاتھ ہے، تا کہ ریاست اس بغاوت کو دبانے کے لیے روس سے فوجی امداد کی درخواست کرے، چنانچہ روسی فوج وہاں بھی پہنچ گئی ہے، سنٹرل ایشیا سے ترکی اور ایران کے لسانی اور نسلی تعلقات بہت قریبی ہیں، لیکن بین الاقوامی حالات کے پیش نظر ارمنی آذری تصادم میں۔ جہاں روس آرمینہ کی پشت پناہی کر رہا ہے، آذر بائی جان کی فوجی امداد نہیں کرسکتے، اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ ہم نہایت ہی تدبر اور خاموشی کے ساتھ سنٹرل ایشیا کی نئی ریاستوں سے اپنے اقتصادی تعلقات کو بڑھائیں۔

آغا شاہی صاحب کی تنبیہ بروقت تھی، اس تقریر کے بعد روس نے کھل کر یہ کہہ دیا کہ اس ایشیائے وسطی کا دفاع اور اس کی حفاظت روس کا تاریخی فریضہ ہے، جس سے وہ تغافل نہیں برتے گا۔ بہرنوع پاکستان اور وسطی ایشیا کے پرانے رشتوں کی تجدید کے لیے ادارے اور اس کے سربراہ ڈاکٹر ریاض الاسلام نے جو راہ اختیار کی ہے۔ وہی سیدھی "ترکستان" جاتی ہے۔

کانفرنس کی انتظامیہ نے اپنے مہمانوں کے لیے قیام و طعام کا عمدہ انتظام کیا تھا۔ قیام کے لیے سمندر کے کنارے لگژری ہوٹل کا انتخاب کیا گیا۔ کراچی میں قائم ہونے والے نئے اداروں کی بھی سیر کرائی گئی۔ نئی بقائی یونیورسٹی نے شرکاء کانفرنس کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ یونیورسٹی کی عمارت، جدید وسائل کی فراہمی اور عشائیہ کا حسن انتظام، بہت پسند آیا اور امید بندھی کہ ابھی تک ملک میں ایسے تعلیمی ادارے موجود ہیں، جو خزاں اور فساد زمانہ کی گرفت سے بچے ہوئے ہیں۔ ہم کانفرنس اور ادارے کی خدمات پر ڈاکٹر ریاض الاسلام کو تہ دل سے مبارک پیش کرتے ہیں۔

رشید احمد (جالندھری)